Rooh-e-Tahqeeq, Vol.03, No.01, Serial No. 07, January-March 2025

یوٹیوب، ٹک ٹاک اور پوڈکاسٹ: پنجابی زبان کے فروغ کے نئے امکانات اور ڈیجیٹل لسانی حیات کا ایک مجوزہ ماڈل

YouTube, TikTok and Podcasts: New Possibilities for the Promotion of the Punjabi Language and a Proposed Model of Digital Linguistic Vitality

Dr. Dilshad Rasool
Lecturer, Department of Punjabi, Govt Graduate College, Shahkot (NNS)
kissana01@gmail.com

Mamoona Naeem
PST, GGPS Lehna Singh Wala, Sheikhupura
mamoona31868806@gmail.com

Abstract:
Digital media are changing how Punjabi is spoken, learned, shared and remembered. This article examines the role of YouTube, TikTok and podcasts in the promotion of Punjabi with particular attention to Pakistan. It argues that online visibility alone does not guarantee language vitality. Punjabi may attract millions of views through music, comedy and short videos. While remaining weak in education, professional communication and knowledge production. Each platform offers a different opportunity. TikTok can introduce Punjabi to younger audiences through short, informal and participatory content. YouTube can support structured learning, literary discussion, cultural documentation and subject based knowledge. Podcasts can create space for sustained conversation and strengthen Punjabi as a language of serious intellectual exchange. The research proposes a Platform Complementarity Model built around four stages: attention, depth, habit and reproduction. It also discusses challenges such as algorithmic visibility, romanized writing, code switching, and dependence on commercial platforms. The study concludes that Punjabi digital promotion should be measured by expanded language use, not simply by views, likes or followers. This shift can connect cultural preservation with everyday learning and future creativity.

Keywords: *Punjabi language, YouTube, TikTok, podcasts, digital language vitality, social media, language promotion*

کسی زبان کی بقاء صرف اس بات پر منحصر نہیں ہوتی کہ اسے کتنے لوگ بولتے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ لوگ اس زبان میں کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر ایک زبان گھر، مزاح، گیت اور غیر رسمی گفتگو میں مضبوط ہو مگر تعلیم، تحقیق، پیشہ ورانہ علم اور نئی ٹیکنالوجی میں کم نظر آئے، تو اس کی سماجی موجودگی اور عملی طاقت ایک جیسی نہیں رہتی۔ پنجابی کا مسئلہ بھی بڑی حد تک یہی ہے۔

پاکستانی پنجاب میں پنجابی روزمرہ تعلق، خاندانی گفتگو، موسیقی، مزاح اور ثقافتی شناخت کی زبان ہے۔ اس کے باوجود رسمی تعلیم، سرکاری کام اور اعلیٰ علمی تحریر میں اردو اور انگریزی زیادہ طاقتور ہیں۔ طارق رحمان نے اس تضاد کو مختلف ادوار میں واضح کیا ہے۔ ان کے مطابق پنجابی تاریخی طور پر اقتدار کے رسمی میدانوں سے دور رہی، اگرچہ عوامی اور ثقافتی زندگی میں اس کی موجودگی گہری ہے۔(۱) اس کے بعد ایک اور تحقیق میں وہ پنجابی کی 'نرم ثقافتی قوت' کی طرف توجہ دلاتے ہیں: یعنی قربت، مزاح، موسیقی، میل جول اور ثقافتی اظہار میں اس کی غیر معمولی قوت۔(۲)

ڈیجیٹل میڈیا نے اس پرانی صورتِ حال میں ایک نیا دروازہ کھولا ہے۔ اب زبان کے فروغ کے لیے لازمی نہیں کہ پہلے کوئی سرکاری ادارہ نصاب بنائے یا ٹیلی وژن چینل وقت دے۔ ایک استاد موبائل فون سے پنجابی لکھنا سکھا سکتا ہے، ایک نوجوان چند سیکنڈ میں کسی محاورے کو ہزاروں لوگوں تک پہنچا سکتا ہے اور ایک پوڈکاسٹ کسی شاعر، کسان، محقق یا بزرگ کی گفتگو کو برسوں کے لیے محفوظ کر سکتا ہے۔ یہ تبدیلی اہم ہے مگر اس کے ساتھ ایک غلط فہمی بھی پیدا ہوتی ہے کہ پنجابی مواد کی زیادہ تعداد کو فوراً زبان کی مضبوطی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ تحقیق اسی مفروضے کو چیلنج کرتی ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی سوال یہ ہے کہ یوٹیوب، ٹک ٹاک اور پوڈکاسٹ پنجابی کے لیے الگ الگ کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ کس طرح ان کا باہمی تعلق زبان کو صرف دکھائی دینے والی زبان سے ایک زیادہ کارآمد اور فعال ڈیجیٹل زبان میں بدل سکتا ہے۔

یہ ایک تصوری اور تجزیاتی تحقیق ہے۔ اس میں کوئی ایسا سروے یا ڈیٹا پیش نہیں کیا گیا جسے محقق نے خود جمع کیا ہو۔ بحث کی بنیاد پنجابی کی سماجی حیثیت، پاکستان میں مقامی زبانوں اور میڈیا کے تعلق، ڈیجیٹل زبانوں کی بقا، سوشل میڈیا کے لسانی اثرات اور یوٹیوب، ٹک ٹاک اور پوڈکاسٹنگ کے مطالعات پر رکھی گئی ہے۔ مقصد مختلف تحقیقی نتائج کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر پنجابی کے لیے ایک قابلِ عمل فکری خاکہ پیش کرنا ہے۔ اس تحقیق کا نیازاویہ دو تصورات کے درمیان فرق سے پیدا ہوتا ہے: 'ڈیجیٹل نمود' اور 'ڈیجیٹل لسانی حیات'۔ ڈیجیٹل نمود سے مراد یہ ہے کہ پنجابی آن لائن سنائی اور دکھائی دے۔ ڈیجیٹل لسانی حیات اس سے آگے کا مرحلہ ہے۔ اس میں زبان تعلیم، معلومات، تحریر، بحث، پیشہ ورانہ گفتگو، ڈیجیٹل اوزار اور نئے علم کی تیاری میں بھی استعمال ہو۔ کورنائی (Kornai) نے ڈیجیٹل دنیا میں زبانوں کے غیر مساوی مستقبل کی طرف توجہ دلائی اور واضح کیا کہ کسی زبان کے بولنے والوں کی بڑی اور پائیدار تعداد بھی اسے ڈیجیٹل حاشیے سے بچانے کی ضمانت نہیں دیتی؛ اس کے لیے ڈیجیٹل ذرائع میں فعال زبان استعمال ضروری ہے۔(۳) اسی طرح آئزن لوہر (Eisonlohr) نے نئی ٹیکنالوجی کو زبان کی احیا کے عمل میں محض آلہ نہیں بلکہ سماجی تعلقات کی نئی جگہ سمجھا۔(۴)

پاکستانی تناظر میں محمود اور گل کی حالیہ تحقیق خاص اہمیت رکھتی ہے۔ انہوں نے شاہ مکھی پنجابی کی ڈیجیٹل لسانی حیات کو ۱۷ میں سے ۴۲ اسکور کے ساتھ ابھرتی ہوئی سطح پر رکھا۔ ان کے مطابق یونی کوڈ اور انٹرنیٹ جیسی بنیادی سہولتیں موجود ہیں لیکن پنجابی کے آن لائن استعمال، ڈیجیٹل خواندگی، مقامی سافٹ ویئر، کارپس اور ویب خدمات میں بڑی کمزوریاں باقی ہیں۔(۵) یہ نتیجہ اس تحقیق کی دلیل کو مضبوط کرتا ہے کہ آن لائن موجودگی اور حقیقی ڈیجیٹل طاقت ایک چیز نہیں۔

پنجابی کی موجودہ صورتِ حال میں ایک عجیب تضاد ہے۔ زبان کمزور بھی ہے اور بہت طاقتور بھی۔ کمزور اس معنی میں کہ اسے رسمی اداروں میں وہ مقام حاصل نہیں جو اس کے بولنے والوں کی تعداد سے متوقع ہے۔ طاقتور اس معنی میں کہ موسیقی، مزاح، محفل، گھریلو زندگی اور مقبول ثقافت میں اس کی کشش برقرار ہے۔ زیدی نے پاکستانی پنجابی کی سماجی حیثیت

کو نو آبادیاتی اور بعد از نو آبادیاتی لسانی درجہ بندی کے تناظر میں دیکھا۔(۶) جبکہ رحمان نے دکھایا کہ رسمی اقتدار سے باہر بھی زبان ثقافتی اثر رکھ سکتی ہے۔(۷)

یہ تضاد سوشل میڈیا میں بھی نظر آتا ہے۔ ایک پنجابی گیت لاکھوں لوگوں تک پہنچ سکتا ہے، لیکن یہی صارف جب حیاتیات، قانون، کمپیوٹر، معاشیات یا ملازمت کی رہنمائی تلاش کرتا ہے تو اکثر زبان بدل دیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں زبان کے فروغ کو ثقافتی موجودگی سے آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اگر پنجابی صرف گیت، مزاح اور دیہی کرداروں کے ساتھ جڑی رہے تو ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر اس کی مقبولیت پرانے سماجی تصور کو توڑنے کے بجائے اسے مزید مضبوط بھی کر سکتی ہے۔ پاکستان میں سوشل میڈیا کے لسانی استعمال پر ہونے والی تحقیق ایک اہم اشارہ دیتی ہے۔ سلطانہ، عدنان اور نواز نے پاکستانی یونیورسٹی طلبہ کی فیس بک پوسٹس میں زبان کے انتخاب کا جائزہ لیا۔ جن پوسٹس میں زبان تبدیل نہیں کی گئی تھی، ان میں ۶۱ فیصد صرف انگریزی، ۳۸ فیصد اردو اور صرف ایک فیصد پنجابی میں تھیں۔(۸) یہ مطالعہ فیس بک کے ایک مخصوص نمونے تک محدود ہے، اس لیے اسے پورے پاکستان کی قطعی تصویر نہیں سمجھنا چاہیے۔ لیکن یہ ضرور بتاتا ہے کہ مادری زبان کی زبانی طاقت لازماً ڈیجیٹل تحریر میں منتقل نہیں ہوتی۔

اسی طرح پنجاب کے طلبہ میں سوشل میڈیا اور ٹیکسٹنگ کے شاہوانی و دیگر کے حالیہ مطالعے نے لسانی تبدیلی، اختصار، غیر رسمی لہجے اور شناخت کے اظہار کو ڈیجیٹل ابلاغ کی نمایاں خصوصیات قرار دیا ہے۔(۹) لہٰذا پنجابی کے فروغ کا مقصد نوجوانوں کو غیر فطری طور پر 'خالص' زبان پر مجبور کرنا نہیں ہونا چاہیے۔ اصل ضرورت یہ ہے کہ پنجابی کو اتنی وسعت دی جائے کہ نئی اصطلاحات اور نئے موضوعات کے اظہار میں بولنے والا فوراً زبان بدلنے پر مجبور نہ ہو۔

ٹک ٹاک کی سب سے بڑی طاقت اس کی مختصر، فوری اور بول چال پر مبنی ساخت ہے۔ یہاں زبان پہلے کتابی معیار سے گزر کر عوام تک نہیں پہنچتی، اکثر عوام ہی زبان کے ناشر بن جاتے ہیں۔ ایک نوجوان اپنے گاؤں کا لفظ، دادی کا محاورہ، کسی علاقے کا تلفظ یا کلاسیکی شعر چند سیکنڈ میں پیش کر سکتا ہے۔ پنجابی جیسی مضبوط زبانی روایت رکھنے والی زبان کے لیے یہ خصوصیت بہت اہم ہے۔ ٹک ٹاک پنجابی کو 'پرانے ادب' کی زبان کے بجائے موجودہ زندگی کی زبان کے طور پر دکھا سکتا ہے۔ مختصر ویڈیوز میں ایک لفظ کا مطلب، دو لہجوں کا فرق، شاہ مکھی کا ایک حرف، روزمرہ محاورہ، لوک کہاوت یا شعر کی سادہ تشریح پیش کی جا سکتی ہے۔ ویلش زبان پر کنلف (Cunliffe) کی تحقیق نے بھی دکھایا کہ ٹک ٹاک پر ایک اقلیتی زبان صرف استعمال ہی نہیں ہوئی بلکہ اسے سکھایا، سمجھایا اور زیرِ بحث بھی لایا گیا ہے۔(۱۰) یہ مثال پنجابی کے لیے اس لیے معنی رکھتی ہے کہ نوجوانوں تک پہنچنے کے لیے زبان کو ان کے روزمرہ میڈیا کے اندر موجود ہونا پڑتا ہے۔

ٹک ٹاک بولیوں کو بھی نئی عزت دے سکتا ہے۔ پنجابی کے اندر ماجھی، پوٹھوہاری، جھنگوچی، شاہ پوری اور دوسری علاقائی صورتیں موجود ہیں۔ روایتی معیار بندی اکثر ان فرقوں کو مسئلہ سمجھتی ہے، جبکہ مختصر ویڈیو انہیں زبان کی رنگارنگی کے طور پر پیش کر سکتی ہے۔ ڈارون کے مطالعے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹک ٹاک پر کثیر لسانی صارف ایک ہی سخت لسانی شناخت تک محدود نہیں رہتے بلکہ مختلف زبانوں کو ملا کر اپنی سماجی شناخت بناتے ہیں۔(۱۱) شیلے والڈ کہتے ہیں کہ ٹک ٹاک کی کمزوری بھی اسی جگہ ہے جہاں اس کی طاقت ہے۔ مختصر ویڈیو توجہ حاصل کر سکتی ہے مگر ہر موضوع کو گہرائی نہیں دے سکتی۔ الگورتھم فوری ردِعمل، تفریح اور مسلسل اسکرولنگ کو ترجیح دیتا ہے۔(۱۲) اس لیے اگر پنجابی کی کامیابی صرف وائرل

مزاح یا گیت سے ناپی جائے تو زبان زیادہ دکھائی تو دے گی لیکن اس کے علمی میدان نہیں بڑھیں گے۔ ٹک ٹاک کو دروازہ سمجھنا زیادہ مناسب ہے بجائے پوری عمارت کے۔

جہاں ٹک ٹاک توجہ پیدا کرتا ہے، وہاں یوٹیوب تفصیل کی گنجائش دیتا ہے۔ ویڈیو چند منٹ سے کئی گھنٹوں تک ہو سکتی ہے۔ سرچ کے ذریعے دوبارہ مل سکتی ہے اور پلے لسٹ میں ایک مکمل کورس کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ اسی لیے پنجابی کے لیے یوٹیوب کی اصل اہمیت صرف تفریح نہیں بلکہ 'علمی بنیادی ڈھانچے' کی تعمیر ہے۔ برجیس اور گرین نے یوٹیوب کو ایسی شراکتی ثقافت کے طور پر بیان کیا ہے جہاں ناظر اور پروڈیوسر کے درمیان پرانی حدیں کمزور ہو جاتی ہیں۔(۱۳) پنجابی میں شاہ مکھی اور گورمکھی کی تدریس، قواعد، تلفظ، کلاسیکی اور جدید ادب، تاریخ، لوک روایت اور بچوں کے تعلیمی پروگرام تو واضح موضوعات ہیں، لیکن زبان کا مستقبل ان موضوعات سے آگے جانے میں ہے۔ اگر پنجابی میں زراعت، ماحولیاتی تبدیلی، صحت، کمپیوٹر، مالی خواندگی، قانون، معاشیات اور روزگار کی رہنمائی پر معتبر مواد تیار ہو تو زبان کی سماجی قدر بھی بدلنے لگتی ہے۔ زبان تب مضبوط ہوتی ہے جب وہ صرف شناخت کی علامت نہ رہے بلکہ مسئلہ حل کرنے کا ذریعہ بھی بنے۔

یوٹیوب ایک آرکائیو بھی بن سکتا ہے۔ پنجاب کے دیہات اور شہروں میں بہت سا ایسا لسانی اور ثقافتی علم موجود ہے جو کتابوں میں درج نہیں۔ بزرگوں کی بولی، پرانے پیشوں کی اصطلاحات، لوک گیت، قصے، رسوم اور مقامی تاریخ کو ریکارڈ کر کے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام محض 'ثقافتی ویڈیو' بنانے سے مختلف ہے۔ مناسب عنوان، تاریخ، مقام، بولی، ذیلی عنوانات اور تحریری وضاحت شامل ہو تو ویڈیو مستقبل کے طالب علم اور محقق کے لیے قابلِ تلاش علمی مواد بن جاتی ہے۔ پاکستانی میڈیا کے بارے میں احمد، بتول اور ریاض نے نشاندہی کی کہ مرکزی میڈیا مقامی زبانوں کے تحفظ میں مؤثر کردار ادا نہیں کر رہا اور لسانی آمیزش و لسانی تبدیلی نے مقامی لسانی صورتوں پر دباؤ بڑھایا ہے۔(۱۴) ڈیجیٹل میڈیا اس کمی کا خودکار حل نہیں لیکن یہ مقامی زبان بولنے والوں کو اپنا مواد خود تیار کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ اس اختیار کو منظم آرکائیو، تدریس اور علم کی تیاری کے ساتھ جوڑنا ضروری ہے۔

پنجابی کا ایک بڑا سرمایہ اس کی زبانی روایت ہے۔ قصہ، گفتگو، صوفیانہ کلام، داستان، جگت، مجلس اور زبانی یادداشت نے صدیوں تک اس زبان کو زندہ رکھا۔ پوڈکاسٹ اسی تاریخی قوت کو نئی ٹیکنالوجی کے ساتھ جوڑ سکتا ہے۔ بیری کے مطابق پوڈکاسٹ محض ریڈیو کی آن لائن شکل نہیں، اس کا وقت، انتخاب اور سننے کا طریقہ سامع کو زیادہ شخصی اور مسلسل تجربہ دیتا ہے۔(۱۵)

پنجابی پوڈکاسٹ کا اہم ترین امکان یہ ہے کہ وہ زبان کو سنجیدہ گفتگو کی عادت دے۔ ایک گھنٹے کی گفتگو کسی شاعر، کسان، تاریخ دان، ماہرِ نفسیات، کاروباری شخص، استاد یا سائنس دان کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ یہاں خیال کو دس سیکنڈ میں ختم کرنے کی ضرورت نہیں۔ سوال واپس آ سکتا ہے، اختلاف پیدا ہو سکتا ہے، مثال دی جا سکتی ہے اور پیچیدہ تصور کو روزمرہ پنجابی میں سمجھایا جا سکتا ہے۔ یہ تبدیلی زبان کے وقار پر بھی اثر ڈالتی ہے۔ اگر نوجوان پنجابی کو زیادہ تر مزاح یا خاندانی گفتگو میں سنتا ہے تو اس کے ذہن میں زبان کے ممکنہ کام محدود رہتے ہیں۔ لیکن جب وہ اسی زبان میں ماحولیات، ذہنی صحت، تاریخ یا کاروبار پر مربوط گفتگو سنتا ہے تو پنجابی کا ذہنی نقشہ بدلتا ہے۔ زبان جدید موضوعات کے ساتھ مانوس ہونے لگتی ہے۔

پوڈکاسٹ بیرونِ ملک پنجابیوں کے لیے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دوسری نسل کے بہت سے افراد پنجابی سمجھ

لیتے ہیں مگر شاہ مکھی یا گورمکھی روانی سے نہیں پڑھتے۔ طویل آڈیو انہیں زبان سے باقاعدہ تعلق دے سکتی ہے۔ بعد میں یہی سماعت پڑھنے، لکھنے یا خاندانی زبان کے استعمال کی طرف لے جا سکتی ہے۔

پنجابی کے ڈیجیٹل فروغ پر بحث میں اکثر ہر پلیٹ فارم کو الگ الگ دیکھا جاتا ہے۔ ٹک ٹاک فائدہ مند ہے یا نقصان دہ؟ یوٹیوب زبان بچا سکتا ہے یا نہیں؟ پوڈکاسٹ کے سامع کتنے ہیں؟ یہ سوال مفید ہیں، مگر مکمل نہیں۔ اس تحقیق کی تجویز یہ ہے کہ تینوں پلیٹ فارم کو ایک دوسرے کے متبادل کے بجائے ایک لسانی سلسلے کے مختلف حصوں کے طور پر دیکھا جائے۔

پہلا مرحلہ: 'توجہ' ہے۔ ٹک ٹاک ایسے صارف تک پنجابی پہنچا سکتا ہے جو جان بوجھ کر پنجابی مواد تلاش نہیں کر رہا۔ ایک محاورہ، دلچسپ لفظ، شعر یا مختصر بحث زبان سے دوبارہ دلچسپی پیدا کر سکتی ہے۔

دوسرا مرحلہ: 'گہرائی' ہے۔ یہی دلچسپی یوٹیوب پر مکمل درس، انٹرویو، ڈاکومنٹری یا ادبی گفتگو کی طرف جا سکتی ہے۔

تیسرا مرحلہ: 'عادت' ہے۔ پوڈکاسٹ پنجابی کو روزمرہ سماعت کا حصہ بناتا ہے۔

چوتھا مرحلہ: 'باز تخلیق' ہے۔ جب صارف خود لکھتا، بولتا، تبصرہ کرتا، بچوں کو سکھاتا یا نیا مواد تیار کرتا ہے۔

اس ماڈل کو مختصراً یوں سمجھا جا سکتا ہے: توجہ —— گہرائی —— عادت —— از تخلیق۔ یہی اس تحقیق کی بنیادی نئی علمی پیشکش ہے۔ اس سے کامیابی کا پیمانہ بھی بدل جاتا ہے۔ دس ملین ویوز رکھنے والی ایک مزاحیہ ویڈیو زبان کے لیے مفید ہو سکتی ہے، لیکن دس ہزار ایسے ناظر زیادہ دیرپا اثر پیدا کر سکتے ہیں جو اس ویڈیو سے نکل کر پنجابی پڑھنا شروع کریں، کسی مکمل لیکچر تک جائیں یا اپنا مواد بنائیں۔ اس زاویے سے اصل سوال 'کتنے لوگوں نے دیکھا؟' نہیں رہتا۔ زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ 'دیکھنے کے بعد زبان کے استعمال میں کیا بدلا؟' یہ تبدیلی زبان کی تحقیق کو ویوز، لائکس اور فالوورز سے آگے لے جاتی ہے اور استعمال کے نئے میدان، خواندگی، مسلسل سماعت اور صارف کی تخلیقی شرکت کو مرکز میں لاتی ہے۔

ڈیجیٹل میڈیا کو زبان کی نجات کا خودکار نسخہ سمجھنا مناسب نہیں۔ سب سے پہلا خطرہ 'الگورتھمی لوک کاری' ہے۔ اگر پلیٹ فارم مسلسل انہی پنجابی ویڈیوز کو آگے بڑھائے جو مزاح، گیت یا مخصوص دیہی خاکوں میں فٹ بیٹھتی ہیں تو زبان کی ثقافتی مقبولیت بڑھے گی، مگر اس کا فعال دائرہ محدود رہ سکتا ہے۔ ڈفی اور مائزنر نے دکھایا ہے کہ تخلیق کار پلیٹ فارم کے غیر شفاف الگورتھم کے تابع رہتے ہیں اور مرئیت برابر تقسیم نہیں ہوتی۔(۱۶)

رسم الخط بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ رومن پنجابی موبائل پر آسان ہے اور بہت سے نوجوانوں کے لیے فوری اظہار کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسے مکمل طور پر رد کرنا حقیقت پسندانہ نہیں۔ لیکن اگر ڈیجیٹل پنجابی صرف رومن حروف تک محدود ہو جائے تو شاہ مکھی اور گورمکھی کی خواندگی مزید کمزور ہو سکتی ہے۔ بہتر راستہ یہ ہے کہ تخلیق کار رومن صورت کے ساتھ خاص طور پر تعلیمی مواد میں اصل رسم الخط بھی دکھائیں۔

لسانی تبدیلی تیسرا اہم مسئلہ ہے۔ پاکستان کے کثیر لسانی ماحول میں اردو، انگریزی اور پنجابی کا ملاپ فطری سماجی عمل ہے۔ اسے محض 'زبان خراب ہونا' کہنا درست نہیں۔ شاہوانی و دیگر اور سلطانہ، عدنان و نواز کی تحقیق بتاتی ہے کہ ڈیجیٹل گفتگو میں زبانوں کا ملاپ شناخت، سہولت اور سیاق سے جڑا ہے۔ لیکن یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ کہاں زبان کا ملاپ تخلیقی ہے اور کہاں پنجابی کے پاس جدید تصورات کے لیے قابلِ استعمال لفظیات اور مواد نہ ہونے کی وجہ سے صارف دوسری زبان کی طرف جاتا ہے۔

چوتھا مسئلہ تجارتی پلیٹ فارم پر مکمل انحصار ہے۔ اکاؤنٹ بند ہو سکتا ہے، پالیسی بدل سکتی ہے، الگورتھم کسی زبان یا خطے کو کم ترجیح دے سکتا ہے۔ اس لیے اہم پنجابی مواد کو جامعات، لائبریریوں، ادبی اداروں اور آزاد ڈیجیٹل آرکائیوز میں بھی محفوظ ہونا چاہیے۔ پاکستان میں زبان کی کمپیوٹیشنل تیاری کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ کارپس، لغوی وسائل اور معیاری ڈیجیٹل نظام خود بخود پیدا نہیں ہوتے، انہیں باقاعدہ تحقیق اور ادارہ جاتی سرمایہ کاری سے بنانا پڑتا ہے۔

پنجابی کے فروغ کے لیے پہلا قدم زیادہ ویڈیوز بنانا نہیں، بلکہ موضوعات کو وسیع کرنا ہونا چاہیے۔ بچوں کے لیے معیاری مواد، زبان سیکھنے کے مختصر اسباق، سائنسی توضیحات، زرعی رہنمائی، صحت، روزگار، ٹیکنالوجی، تاریخ اور موجودہ سماجی مسائل پر پنجابی مواد تیار کیا جائے۔ مقصد یہ ہو کہ ایک پنجابی بولنے والا معلومات حاصل کرنے کے لیے ہر بار زبان بدلنے پر مجبور نہ ہو۔

دوسرا قدم جامعات اور ادبی اداروں کی شرکت ہے۔ شعبہ ہائے پنجابی اپنے لیکچر، ادیبوں کے انٹرویوز، مخطوطات کی تعارفی ویڈیوز، علاقائی بولیوں کے نمونے اور ادبی مباحث کھلے ڈیجیٹل ذخیرے میں رکھ سکتے ہیں۔ پاکستانی زبانوں کے بارے میں چیمہ اور بلوچ نے بھی اس وسیع لسانی بحران کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں تعلیمی اور سماجی طاقت چند زبانوں میں مرتکز رہتی ہے۔(۱۷) ڈیجیٹل اشاعت اس عدم توازن کو مکمل طور پر ختم نہیں کرے گی، مگر مقامی زبان کے لیے نئی علمی جگہ ضرور بنا سکتی ہے۔

تیسرا قدم رسم الخط کے درمیان پل بنانا ہے۔ منتخب ویڈیوز اور تعلیمی مواد میں شاہ مکھی اور گورمکھی دونوں میں عنوان یا ذیلی تحریر دی جا سکتی ہے۔ اس سے پاکستانی اور بھارتی پنجاب کے درمیان ادب اور زبان تک رسائی آسان ہو سکتی ہے۔ خاص طور پر ان موضوعات میں جہاں سیاسی سرحد کے باوجود مشترک ثقافتی مواد موجود ہے۔

چوتھا قدم تخلیق کاروں کی تربیت ہے۔ اچھی پنجابی جاننا کافی نہیں؛ ڈیجیٹل مواد کے لیے آواز، تدوین، سب ٹائٹل، حوالہ، کاپی رائٹ، معلوماتی کوائف اور آرکائیونگ بھی ضروری ہیں۔ اگر نوجوان تخلیق کار کو زبان اور ڈیجیٹل مہارت دونوں ملیں تو وہ محض انفلوئنسر نہیں رہتا بلکہ زبان کا غیر رسمی استاد اور دستاویز کار بھی بن سکتا ہے۔

پنجابی کی ڈیجیٹل کامیابی کے لیے ایک 'پنجابی ڈیجیٹل لسانی حیات اشاریہ' تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس میں صرف فالوورز نہیں بلکہ تعلیمی چینلز کی تعداد، شاہ مکھی میں تحریری استعمال، بچوں کے مواد، علمی پوڈکاسٹس، مختلف موضوعات میں طویل ویڈیوز، خودکار ٹولز، ڈیجیٹل لغات، ذیلی عنوانات اور نئے صارفین کی تخلیقی شرکت جیسے اشاریے شامل ہوں۔ محمود اور گل کا ڈیجیٹل لسانی حیات کا مطالعہ اس سمت میں ایک اہم بنیاد فراہم کرتا ہے۔

یوٹیوب، ٹک ٹاک اور پوڈکاسٹ پنجابی کے لیے صرف نئے میڈیا پلیٹ فارم نہیں، یہ زبان کے نئے سماجی میدان بن سکتے ہیں۔ مگر ان کی قدر ایک جیسی نہیں اور ان سے حاصل ہونے والا فائدہ بھی مختلف ہے۔ ٹک ٹاک نوجوانوں کی توجہ حاصل کرتا ہے اور بول چال کی پنجابی کو جدید ڈیجیٹل ماحول میں معمول کا حصہ بنا سکتا ہے۔ یوٹیوب اسی دلچسپی کو تدریس، علم اور محفوظ ذخیرے میں بدل سکتا ہے۔ پوڈکاسٹ پنجابی میں طویل اور سنجیدہ گفتگو کو روزمرہ سماعت کا حصہ بنا سکتے ہیں۔

اس تحقیق کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ پنجابی کو صرف زیادہ نظر آنے کی ضرورت نہیں، بلکہ زیادہ کام کرنے کے قابل ہونے کی ضرورت ہے۔ زبان کا حقیقی ڈیجیٹل فروغ اس وقت ہو گا جب ایک طالب علم پنجابی میں کوئی علمی تصور سمجھ سکے۔ ایک کسان قابلِ اعتماد فنی معلومات سن سکے، ایک نوجوان زبان کا رسم الخط سیکھ سکے، ایک محقق بحث کر سکے اور بیرونِ ملک رہنے والا خاندان اسے روزمرہ زندگی میں برقرار رکھ سکے۔ اس لیے پنجابی کا مستقبل وائرل ہونے اور زندہ رہنے کے درمیان فرق کو سمجھنے میں ہے۔ ویوز اہم ہیں مگر وہ منزل نہیں۔ اصل کامیابی تب ہے جب ڈیجیٹل توجہ زبان کی گہرائی میں بدلے، گہرائی عادت بنے اور عادت نئی تخلیق کو جنم دے۔ یہی سفر پنجابی کو ڈیجیٹل نمود سے ڈیجیٹل لسانی حیات کی طرف لے جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

References

1. Rahman, Tariq (2007). Punjabi language during British rule. Journal of Punjab Studies, 14(1), 27–39.
2. Rahman, Tariq (2017). Soft power of Punjabi: Language in the domain of pleasure. Journal of Sikh & Punjab Studies, 24(1–2), 73–93.
3. Kornai, A. (2013). Digital language death. PLOS ONE, 8(10), e77056,P.3.
4. Eisenlohr, P. (2004). Language revitalization and new technologies: Cultures of electronic mediation and the refiguring of communities. Annual Review of Anthropology, 33, 21–45.
5. Mahmood, R., & Gill, A. (2025). Digital language vitality: A case study of Punjabi (Shahmukhi) in the cyber era. Journal of Arts and Linguistics Studies, 3(3), 5177–5208.
6. Zaidi, A. (2010). A postcolonial sociolinguistics of Punjabi in Pakistan. Journal of Postcolonial Cultures and Societies, 1(3–4), 22–55.
7. Rahman, Tariq (2017). Soft power of Punjabi: Language in the domain of pleasure. Journal of Sikh & Punjab Studies, 24(1–2), 73–93.
8. Sultana, I., Adnan, M., & Nawaz, M. B. (2020). Code-switching in social media: A case study of Facebook in Pakistan. Pakistan Journal of Social Sciences, 40(2), 1078.
9. Shahwani, A. M., Anwer, M., Bibi, R., & Mehmood, U. (2024). The impact of social media and texting on language use and communication styles among students in Punjab. Review of Applied Management and Social Sciences, 7(4), 287–302.
10. Cunliffe, D. (2025). Exploring the presence of Cymraeg on TikTok. New Media & Society, 27(8), 4790–4821.
11. Darvin, R. (2022). TikTok and the translingual practices of Filipino domestic workers in Hong Kong. Discourse, Context & Media, 50, Article 100655. P.1-2
12. Schellewald, A. (2023). Understanding the popularity and affordances of TikTok through user experiences. Media, Culture & Society, 45(8), 1568–1582.

13. Burgess, J., & Green, J. (2018). YouTube: Online Video and Participatory Culture (2nd ed.). Polity Press. P.57
14. Ahmed, H. Y., Batool, F., & Riaz, M. (2022). Media landscape for protecting indigenous languages in Pakistan. Pakistan Vision, 23(2), 14–23.
15. Berry, R. (2016). Podcasting: Considering the evolution of the medium and its association with the word “radio”. Radio Journal: International Studies in Broadcast & Audio Media, 14(1), 7–22.
16. Duffy, B. E., & Meisner, C. (2023). Platform governance at the margins: Social media creators’ experiences with algorithmic (in)visibility. Media, Culture & Society, 45(2), 285–304.
17. Cheema, A. U., & Baloch, H. (2021). A quantitative analysis of language crisis and national identity in Naya Pakistan. Journal of Indian Studies, 7(1), 43–68.

❖❖❖